بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اشارات

ادھر چند روز سے یہ خوش آئند خبر گونج رہی ہے کہ محبِ اسلام اور خادمِ وطن (کالعدم) جماعتوں کے رہنما باہمی اتحاد کے موضوع پر گفت و شنید بھی کر رہے ہیں اور سوچ و بچار بھی۔ بڑی مبارک خبر ہے اور اگر یہ نتیجہ خیز نکلے تو جملہ مومنوں کو یہ اتحاد مبارک ہو۔

مگر میری سمجھ سے یہ امر بالاتر ہے کہ ایک مسلمان کلمہ کو قبول کرتے ہی دوسرے مسلمان کا بھائی اور خیر خواہ بن جاتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ گفت و شنید کے سامان کیے جائیں اور باہمی ردّ و کد ہو۔ اسی بات کو میں یوں بھی کہوں گا کہ جس دن کوئی شخص اسلام کو قبول کرتا ہے اُس دن سے اُسے جس طرح بنیادی عقاید، عباداتِ خمسہ کی تلقین کی جاتی ہے اسی طرح اُسے یہ بات بھی سمجھا دینی چاہیے کہ اب تمام مسلمان تمہارے بھائی ہیں اور تم اُن کے بھائی ہو۔

وحدت اور اخوت اور اتحاد اگر خود اسلام ہی کے تقاضے ہیں تو ان تقاضوں کو عوام تو کیا، خود اُن کے دینی رہنما بھی نہیں سمجھتے۔ اور اُن میں دوسروں کے لیے جذبۂ خدمت و خیر خواہی نہیں ہوتا۔ بلکہ انہی کا رویّہ اور انہی کی تلقینات ان کے معتقدین میں بھی محض کلامی اور فقہی اختلاف رکھنے والوں سے نفرت کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ معاشرتی اور سیاسی امور

ہی میں افتراق محدود نہیں رہتا بلکہ مسجدیں تک الگ الگ ہو جاتی ہیں۔

مسجدوں کا ذکر آیا تو بڑے دردمندانہ جذبے کے ساتھ میں یہ کہتا ہوں کہ کئی ہزار جامع مساجد کے علاوہ عام مسجدیں بھی بکثرت ہیں۔ یہ گویا تعلیم و تلقین کے ایسے مراکز ہیں جہاں سے اگر چند سال مسلسل تعمیری کام کیا جاتا تو حکومتوں کے بگاڑ کے باوجود تیزی سے اصلاحات پھیلتیں ۔ مگر میری ذاتی شہادت یہ ہے کہ مسجدوں میں حرام کمائیوں کے خلاف، ہاتھ اور زبان اور مال کے ذریعے دوسروں پر ظلم کرنے کے خلاف ، اسراف کے خلاف، خیانت کے خلاف ، محلے اور گلیوں کی گندگی کے خلاف ، اسلامی تقاضوں کو کبھی اصل موضوع بنا کر ترتیب سے اصلاح معاشرہ کا کام نہیں کیا گیا۔ اسی طرح سیاست سے مسجدوں کی بے تعلقی اس حد تک ہے کہ خالص اُصولِ سیاسیات پر بھی کبھی جامع اور مؤثر تقاریر نہیں ہوتیں جو تعلیم عوام کا ذریعہ بن سکتیں۔ توحید کی اہمیت کا بیان ، رسول اللہ کے مدارج عالیہ کا تذکرہ، نماز روزے اور حج و زکوٰۃ یا قربانی کے موضوعات پر ہر سال ایک ہی طرح کی گفتگوئیں اور پھر اس سے آگے نعتیں اور لاؤڈ اسپیکر پر اجتماعی جہری ذکر وغیرہ کی طرف توجہ مبذول رہتی ہے۔ یہ ساری چیزیں اپنی جگہ ضروری ، مگر قرآن وسنّت کا وہ وسیع حصہ جس میں سیاسی معاشی اور معاشرتی فلاح کا راستہ بتایا گیا ہے ۔ وہ تقریباً نظر انداز رہتا ہے۔

ورنہ اگر مسجدوں کو فضول اختلافی بحثوں سے الگ رکھ کر انہیں دین کے انفرادی اور اجتماعی تقاضوں کا شعور پھیلانے کا ذریعہ بنایا گیا ہوتا اور درس ، خطبوں ، وعظوں اور تقریروں کے ذریعے قوم کو صحیح معنوں میں عملاً مسلم قوم بنانے کی فکر کی گئی ہوتی تو پانچ دس برس میں ہمارے عوام کے ذہن اسلام کی روشنی سے چمک رہے ہوتے اور اُن کی عملی زندگی کی سرگرمیوں کی خوشبو ہر طرف پھیلتی ۔ آج اسلامی تعمیر و اصلاح کے کئی ہزار مرکز شہروں سے لے کر چھوٹے چھوٹے دیہات تک ہمارے پاس ہونے کے باوجود قوم دفت کی ڈگر پر چلی جا رہی ہے ۔ وہی دولت پرستی ، وہی رشوت ، وہی خیانت ، وہی قتل

اور چوریاں وہی غیر اسلامی تہذیب اور عُریانی و فحاشی اور بدکاریاں اور وہی استحصال، جو غیر مسلم قوموں میں ہے، ہمارے ہاں بھی ہے۔ اسی طرح سیاسی و معاشی اُمور میں اذہان پریشان ہیں۔ اور جب زندگی اُن کے سامنے نت نئے مسائل رکھتی ہے تو وہ ان کا حل تلاش کرتے ہیں۔ انہیں علماء کی مختلف بارگاہوں سے مختلف جواب ملتے ہیں۔

جہاں یہ حال ہو وہاں سچا اتحاد اگر قائم ہو جائے تو وہ عجائبات قدرت اور عطیاتِ الٰہیہ میں سے ہو گا۔ اور اس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

اتحاد کی مبارک مساعی کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ ضرور سوچیے کہ پہلے جو اتحاد بنا تھا وہ کیوں ٹوٹا؟ اس معاملے میں ایک دوسرے پر الزامات لگانے کے بجائے اُصولاً ان وجوہ و اسباب کو متعین کیجیے جو خاتمۂ اتحاد کا باعث بنے اور لوگوں میں آہستہ آہستہ یہ احساس پروان چڑھتا گیا کہ محبِ اسلام و وطن جماعتوں اور ان کے لیڈروں میں اتحاد کو آگے بڑھانے اور اُسے بدلتے حالات میں قائم رکھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے، یہ کہ سارا تماشا حصولِ اقتدار کا ہے، دین اصلاً مقصود نہیں ہے۔ اس بنا پر بہت سے لوگ سرے سے اس بات ہی کے مخالف بن گئے ہیں کہ ان جماعتوں کو اتحاد قائم کرنا چاہیے۔

دوسری ضروری بات یہ ہے کہ اس امر کا بھی قطعی اور شعوری فیصلہ کر لیجیے کہ آپ حقیقت میں کس مقصد کے لیے اتحاد کرنا چاہتے ہیں؟ کیا محض جمہوریت کے لیے؟ کیا انتخابات جیتنے کے لیے؟ کیا اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے اور اپنی برتری کا سکہ چلانے کے لیے؟ یا کیا کسی ردِّعمل کے تحت؟

اگر اس طرح کے کسی مقصد کے لیے مل بیٹھنا ہے تو پھر یہ سب کچھ چار دن کا کھیل ثابت ہو گا۔ ہاں اگر مقصد غلبۂ دینِ حق، اقامتِ دین یا نظامِ مصطفٰی کا قیام اور پاکستان کی سرزمین اور اس کی سالمیت کا تحفظ ہو جس میں جماعتیں اور شخصیتیں ہر ممکن حصہ لیں اور بے لوث طریق سے کام کا نقشہ بنائیں اور کارکنوں کو اس میں مصروف کریں۔ لیکن حصولِ اقتدار کے لیے باہم دگر

کشمکش کرنے سے اتحاد کو محفوظ رکھیں۔

یہ بات سچے اسلامی اتحاد کے منافی ہے کہ کون فریق کسی دوسرے سے چاہے کہ مجھ سے معافی مانگی جائے۔ یہ سلسلہ اگر آگے چلے تو ہر جماعت اور لیڈر کی طرف سے دوسروں کے رویے، ان کے بیانات، ان کے انٹرویو اور ان کی تحریروں کے خلاف ایسی شکایات ہوسکتی ہیں کہ ہر کوئی یہ مطالبہ لے کے اُٹھے کہ پہلے فلاں ہم سے معافی مانگے تب اتحاد ہو سکتا ہے۔

اختلافات اور شکایات کے پچھلے دفتر دریا برد کیے بغیر اتحاد اوّل تو ہونا مشکل اور ہو جائے تو چلنا مشکل۔ کیونکہ اس طرح کی باتوں میں یہ جذبہ چھپا ہوا ہے کہ ہم دوسروں سے برتر ہیں اور اپنی برتری کے ساتھ دوسروں سے ملیں گے۔

اگر یہ کسی جاگیر اور جائیداد کے جھگڑے کی بات ہوتی یا کسی مال کا بٹوارہ ہو رہا ہوتا تو لڑنا، جھگڑنا، روٹھنا، دباؤ ڈالنا اور کسی فریق سے معافی طلب کرنا، یہ ساری چیزیں بجا ہوتیں۔

آپ تو اللہ کے دین اور اس کے کلمے کو بلند کرنے اور اس کی عطا کردہ آزاد اسلامی ریاست کو ہر طرح محفوظ رکھنے کے لیے یک جا ہونے کا دعوٰی رکھتے ہیں۔ آپ کا تو یہ اپنا کام ہے، اور دوسروں ہی کو نہیں، خود آپ کو اس کی ضرورت ہے کہ جملہ محب دین و وطن عناصر آپ کے ساتھ ایک صف میں آجائیں۔ بلکہ اُلٹا آپ اس پر تیار ہو جائیں کہ کسی کی منت سماجت بھی کرنی پڑے گی تو ہم کریں گے۔ ورنہ اگر دوسری راہ آپ نے پسند کی تو یا تو آپ لادین، مخالف دین، تخریب پسند اور علیحدگی پسند سیاست بازوں کے طوفان کی ایک موج بننے پہ مجبور ہوں گے، یا آپ جمہوری دور شروع ہونے پر کسی بھی ایوان میں سے چند فی صد سیٹیں لے جائیں گے۔ ایسی قوت دنیوی کاموں کے لیے سفارشیں تو کر سکتی ہے، مگر اسلامی نظام کی تعمیر کے کام کو آگے بڑھانے کے لیے کچھ نہیں کر سکتی۔

پس پہلے ہی سے یہ ذہن لے کر چلیے کہ ہم اسلام کی بہتری ملک کے تحفظ اور عوام کو ظلم و استحصال سے بچانے اُٹھے ہیں۔ اس کام کے لیے اگر کچھ اور طاقتیں بھی موجود ہوں تو ہم ان سے تعاون کریں گے۔

اتحاد کے لیے غور و فکر آپ نے کس وقت شروع کیا ہے جب کہ ایم، آر، ڈی کی تحریک تباہ کن تخریبی کارروائیوں کا طوفان ملک کے ایک حصے میں اٹھا چکی ہے اور کوشاں ہے کہ دوسرے حصوں میں بھی ان کے ہم خیال حضرات ایسا ہی تخریبی طوفان اٹھا کر ملک کو نہ صرف اندرونی طور پر تباہ کر دیں بلکہ روس اور بھارت کے لیے پاکستان کو "سبق سکھانے" ہزار سالہ تاریخ کا بدلہ لینے کے لیے موقع پیدا کر دیں۔

اگر یہ اتحاد ایم آر ڈی کے قیام سے پہلے وجود میں آیا ہوتا تو شاید ایم آر ڈی وہ آتشیں کھیل کھیل ہی نہ سکتی جو آج سندھ میں کھیلا جا رہا ہے۔ یہ نہیں تو کم سے کم سیاست دانوں میں اتنی بصیرت ضرور ہونی چاہیے تھی کہ ایم آر ڈی کے جھنڈے تلے جو عناصر جمع ہو رہے ہیں، ان کے ہاتھوں کیا کچھ ہو سکتا ہے۔ اور ایم، آر، ڈی کے قیام کے فوراً بعد اپنی قوتوں کو مجتمع کر کے بہت سے اشخاص اور گروہوں کو اُدھر جانے سے روک سکتے ہیں۔ اور عوام کو بے یقینی اور انتشار سے بچا سکتے تھے۔ آج عوام کی بہت بڑی تعداد عجیب گوگو میں ہے۔ وہ تخریبی ہنگاموں کو ناپسند کرتی ہے مگر اسے کوئی مضبوط جوابی پلیٹ فارم نظر نہیں آتا کہ جس کے گرد وہ مجتمع ہو سکے۔ وہ ایم، آر، ڈی کی حرکات کو بھی نفرت سے دیکھتی ہے اور حکومت کی طرف سے تخریبی عناصر کے متعلق اُس پالیسی سے بھی پریشان ہے جو اگر درست طریق سے کام کرتی تو حالیہ ہنگاموں سے بہت قبل، ہر مقام کا ایک ایک خطرناک فرد اس کی فہرستوں میں درج ہوتا۔ تخریبی کارروائیوں کے جو منصوبے بنتے رہے ہیں اُن کی اطلاع وقوعوں سے پہلے مرکزی ایوانِ اقتدار تک پہنچ جاتی۔ نیز میں قرطاس ابیض کے مطابق خیانت کار اکابر کا محاسبہ پہلے ہی کر چکی ہوتی، نیز اس وقت مخالفین اسلام و پاکستان کی ایک بڑی طاقت کے زہریلے درخت

توڑے جا سکتے تھے۔

مگر حکومت جو کچھ بھی کرتی رہی ہے اور کر رہی ہے اس سے قطع نظر اسلام اور پاکستان سے رشتۂ وفا رکھنے والوں کا فرض اپنی جگہ اہمیت رکھتا ہے۔

آج ایک مخالف الزام لگا سکتا ہے کہ ایم آر ڈی کی تخریبی تحریک کو دیکھ کر کچھ اچھے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ وہ بھی متحد ہو جائیں تو ایک قوت بن سکتے ہیں اور اس قوت کو اسلام و پاکستان کی مخالف تحریکوں کے مقابلے کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

خطرہ ہوتا ہے کہ ایسے اتحاد اور ایسی تحریکوں کا مزاج منفیت پسندانہ بن جائے یا ردِ عملی اور رجوابی۔

پھر بھی یہ بات مبارک ہے کہ اس بحرانی دور میں کسی بھی وقت محبانِ اسلام و پاکستان کا اتحاد قائم ہو، وسیع ہو، مضبوط ہو اور عوام کی اکثریت کو اپنے گرد سمیٹ لے اور انہیں مایوسی اور انتشار اور اضطراب سے بچائے۔ اس کے لیے جگہ خالی پڑی ہے۔

بس شرط یہی ہے کہ اتحاد کے مزاج کو ردِ عملی منفیت سے شروع سے ہی محفوظ رکھا جائے۔

آخری بات یہ کہ اتحاد ہو جانے پر بلکہ اتحاد کی بات چھیڑنے ہی پر مخالفانہ بیان بازی نہیں ہونی چاہیے۔ اور تمام امور اور اقدامات باہمی مشوروں سے ہونے چاہئیں۔

احتیاط

ترجمان القرآن میں ضرورت استدلال کے لیے آیات و احادیث شائع ہوتی رہتی ہیں۔ قارئین سے گذارش ہے کہ جن اوراق پر آیات و احادیث ہوں۔ ان کا خاص احترام ملحوظ رکھیں تاکہ بے ادبی نہ ہونے پائے۔ (ادارہ)